عالمگیریت: چند زمینی حقائق اور اسلامی طرزِ عمل

خورشید احمد

تعارف

ہر عہد کے اپنے fads اور cliches ہوتے ہیں۔ عصر حاضر میں ''عالمگیریت'' ان میں سے ایک معلوم ہوتا ہے۔ کم از کم دنیا کے علمی و سیاسی حلقے اسے اسی طور پر دیکھتے ہیں۔ تحفظات سے قطع نظر، پچھلے دو عشروں میں ہونے والی پیش رفت بتاتی ہے کہ عالمگیریت اب محض fad یا cliche نہیں بلکہ یہ دنیا کو نئی شکل دینے والے سانچے کا مقام حاصل کر رہا ہے۔ اس لیے مسلم امہ پر بالخصوص اور تیسری دنیا کے لوگوں پر بالعموم لازم ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے اس سے گہری آگہی حاصل کریں۔ انہیں لازماً بھوسے کے ڈھیر میں سے اناج کے دانے چننے، یعنی عالمگیریت کے ان پہلوؤں کو جو مفید اور اس بناء پر پسندیدہ اور قابل قبول ہیں، اور ان پہلوؤں کو پہچاننے کے قابل ہونا چاہیے جو نقصان دہ اور اس بناء پر مزاحمت کیے جانے یا اپنے حالات، ضروریات اور امنگوں کے مطابق ڈھالنے کے لیے اصلاح کے عمل سے گزارے جانے کے بعد اپنائے جانے کے لائق ہو سکتے ہیں۔ ناگزیر اور آفاقی ہونے کا دعویٰ تو محل نظر ہے مگر اس چیلنج کا جواب مثبت اور اس کے ساتھ ساتھ تخلیقی ہونا چاہیے، کیونکہ علیحدگی اور گوشہ نشینی بہتر راستے نہیں ہیں۔

عالمگیریت کوئی نئی چیز نہیں۔ جہاں تک مسلم امہ کا تعلق ہے، تو اس کے وجود کی اساس چند آفاقی قدروں، عقائد اور اصولوں پر ہے جو عالمگیریت کے لیے فکری اور نظریاتی بنیادیں فراہم کرتے ہیں۔ مسلمان اللہ پر ایمان رکھتے ہیں جو تمام عالموں کا رب اور آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔ وہ اللہ کے تمام رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں، اور قرآن گواہی دیتا ہے کہ یہ تمام نبی اور ان کے پیرو ایک ہی امت سے تعلق رکھتے ہیں۔[1]

قرآن نے اس بات کو قطعی واضح کر دیا ہے کہ اگر چہ انسان قبیلوں اور قوموں میں تقسیم کیے گئے ہیں، جو ایک فطری اور ناگزیر چیز ہے، لیکن یہ محض باہمی تعارف اور پہچان کے لیے ہے۔ تمام انسان، ان کی نسلیں اور نسلی گروپ، برابر ہیں اور برتری، عظمت اور قیادت کی واحد بنیاد اخلاقی فضیلت ہے۔ قرآن کہتا ہے ''لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کی نگاہ میں تم میں سب سے عزت والا وہ ہے جس کا اخلاق و کردار سب سے اچھا ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے'' (سورہ الحجرات: ۱۳)۔

لہٰذا اسلام اور امت مسلمہ کا فکری ڈھانچہ، اپنی تعریف ہی کی رو سے، عالمی جہت کا حامل ہے۔ فی الحقیقت بجا طور پر دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ موزوں اور پائیدار عالمگیریت کی فکری اور اخلاقی بنیادوں کے لیے اسلام ہی سب سے بہتر نظریاتی ڈھانچہ فراہم کرتا ہے۔

تاریخی طور پر امت مسلمہ ایک آفاقی برادری کی بہترین مثال ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے کے سیلاب سے ہمارے دور تک، اس امت کا پھیلاؤ عالمگیر رہا ہے۔ آج دنیا میں 57 سے زیادہ اسلامی ریاستیں ہیں جن میں ۹۰ کروڑ لوگ آباد ہیں، جبکہ ۴۰ کروڑ مزید مسلمان باقی دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ چنانچہ مسلمان، دنیا کے ہر حصے میں اور بیشتر صورتوں میں بہت اہم حیثیت میں موجود ہیں۔

عالمگیریت سیاسی، معاشی، ثقافتی اور ٹیکنالوجیکل عمل کی حیثیت سے بہت نئی نہیں ہے، پوری تاریخ میں عالمگیریت کی لہریں اٹھتی رہی ہیں۔ اس عمل کے اہم ذرائع میں ترک وطن، تجارت اور فتوحات شامل رہے ہیں۔ جو چیز ہمارے دور میں فی الواقع نئی ہے وہ اس کا پھیلاؤ، وسعت، رفتار اور حتمی طور پر اس کا ڈھانچہ ہے جو گلوبل یگانگت کے حالیہ رجحان کو لبرلائزیشن، ڈی ریگولیشن، پرائیویٹائزیشن اور سرمایہ داری اور امریکی طاقت کی بالادستی پر مبنی خطوط پر فروغ دے رہا ہے۔ یہ عوامل یکجا ہو کر آج کی عالمگیریت کو بہت بڑی حد تک ایک منفرد معاملہ بنا دیتے ہیں۔ اس حوالے سے کہ وقت اور فاصلے کی حد بندیاں ختم ہوتی جا رہی ہیں اور پوری دنیا خواہی نخواہی ایک عالمی شہر بنتی جا رہی ہے۔

موجودہ عہد کے اہم ترین پہلوؤں کا تعلق نقل وحمل، مواصلات، خصوصاً اطلاعات کی فوری ترسیل کے طریقوں میں رونما ہونے والے انقلاب سے ہے۔ اطلاعات کی ترسیل کے نئے طریقوں کے ذریعے تیز رفتار عالمی ربط ضبط اور فیصلہ سازی کا عمل، اشیاء وخدمات اور مالیاتی بہاؤ کی نقل وحرکت سمیت عالمی تعلقات کے پورے تانے بانے پر دوررس اثرات مرتب کر رہا ہے۔ یہ کیفیت اخلاقی، نظریاتی، معاشی، ثقافتی اور سیاسی حوالوں سے گہرے نتائج کی جانب پیش رفت کی عکاسی کرتی ہے۔

طاقت اور تہذیب کے بالا دست نمونوں کی حیثیت سے امریکا اور یورپ اس نئے عالمی نظام کی تشکیل میں اب بھی اہم ترین کھلاڑیوں کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ امریکا کی فوجی طاقت اور اس کی دسترس، سیاسی اثر ورسوخ، معاشی قوت، ٹیکنالوجی پر عبور اور ذرائع ابلاغ پر تقریباً مکمل کنٹرول، حتیٰ کہ فکر وخیال تک کی عملاً حد بندی نے عالمگیریت کو نمایاں امریکی یورپی شناخت دیدی ہے۔ لبرلائزیشن، پرائیویٹائزیشن، مارکیٹ اکنامی، اور ماڈریشن کے فروغ کے نام پر، مغربی معیارات، نظام ہائے اقدار حیات، سماجی معاشی اداروں، اور حتمی طور پر سیاسی اور معاشی مفاد کو دنیا کے طول وعرض میں مستحکم کیا جا رہا ہے۔ ان ریاستی کھلاڑیوں کے علاوہ تین دوسرے طاقتور کردار بھی میدان میں ہیں، اور وہ ہیں:

الف) کثیر القومی کارپوریشنیں

ب) بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیمیں (این جی اوز)

ج) ذرائع ابلاغ

یہ سب مل کر ایک ایسے نظام کو وجود میں لانے کے لیے فیصلہ کن کردار ادا کر رہے ہیں جسے مہیب تر سامراجیت کہا جا سکتا ہے مگر جسے عالمگیریت کا بے ضرر نام دے دیا گیا ہے۔

عالمگیریت میں بجائے خود کوئی خرابی نہیں ہے، تاہم جب حساس زمینی حقیقتوں کو جو عالمگیریت کے سیاق وسباق کی نمائندگی کرتی ہیں، نظر انداز کر دیا جاتا ہے، تو سنگین مسائل سر اٹھاتے ہیں۔ ان حقائق کو نمایاں کرنے کے لیے مسلم قیادت کی جانب سے منصفانہ اور دیانتدارانہ کوشش ناگزیر ہے

تا کہ دنیا کے ان لوگوں کے لیے تسکین کا کچھ سامان ہو سکے جو اس عمل میں محض گھاٹا پانے والوں میں سے ہیں۔

عالمگیریت: چند زمینی حقائق

جدید دنیا کی پہلی اور اہم ترین حقیقت جسے تسلیم کیا جانا چاہیے یہ ہے کہ اس دنیا کے مختلف حصوں اور مختلف ملکوں میں سیاسی طاقت، فوجی قوت، ٹیکنالوجی اور معاشی ترقی کی سطحوں میں بہت زیادہ ناہمواری اور عدم توازن پایا جاتا ہے۔ بیرونی حکمرانی تاریخ میں کوئی نئی چیز نہیں۔ تاہم یورپ کا استعماری اقتدار جو چار صدیوں سے زیادہ مدت تک دنیا کے ایک بڑے حصے پر مسلط رہا، اپنی نوعیت میں بعض اعتبارات سے منفرد تھا۔ اس دور میں انسانی تاریخ میں پہلی بار، نوآبادیوں سے نوآبادکار آقاؤں، یعنی نام نہاد سرپرست ریاستوں کو، بڑے پیمانے پر وسائل کی منتقلی طبعی طور پر واقع ہوئی۔ نتیجتاً پرانا عالمی توازن درہم برہم ہو گیا اور ایک نیا بندوبست ظہور میں آیا جس نے مغربی نصف کرے کے اقتدار کو مستحکم کیا اور دوسرے تمام علاقوں، ثقافتوں اور لوگوں کو کنارے لگا دیا۔ بیسویں صدی کے دوران نوآبادیاتی عمل بظاہر معکوس ہو گیا، اس کے باوجود مغربی طاقتوں نے ترقی کی چنیدہ اور ناہموار حکمت عملیوں کے ذریعے مزید غلبہ حاصل کر لیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج باہمی تعلقات کی ایک مضبوط مرکزی جتھہ بندی عالمی سیاسی، معاشی اور ٹیکنالوجیکل نظاموں کے دائروں میں سرایت کر چکی ہے اور سنگین بدنمائیوں اور عدم توازن کی ذمہ دار ہے۔

آیئے چند بے قاعدگیوں پر ایک نظر ڈالتے چلیں۔ اٹھارہویں صدی کے اختتام تک، یورپ، امریکا، مسلم دنیا، اور باقی تیسری دنیا کی فی کس آمدنی کا تناسب ۱:۲ کے اندر تھا، جبکہ دنیا کے بعض حصوں میں یہ عالم اسلام کے حق میں تھا۔ لیکن انیسویں صدی اور اس کے بعد مسلسل یہ رجحان تبدیل ہوتا گیا یہاں تک اکیسویں صدی کے آغاز پر دنیا کی ۸۷ فی صد خام قومی پیداوار ۲۲ امیر ملکوں میں پیدا ہوتی ہے جبکہ ۱۷۰ ملکوں اور ۸۰ فی صد انسانی آبادی پر مشتمل باقی دنیا، بقیہ ۱۳ فی صد پر زندہ رہنے کی کوشش کرتی ہے۔[۲]

۱۸۰۰ء میں دنیا کی صنعتی پیداوار میں یورپ کا حصہ بمشکل ۱ء۲۸ فی صد، امریکا کا ایک فی صد سے بھی کم، جبکہ باقی دنیا کا حصہ، جو آج تیسری دنیا کہلاتی ہے، تقریباً ۷ء۶۷ فی صد تھا۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ عالمی خام قومی پیداوار میں مسلم دنیا کا حصہ سرسری اندازے کے مطابق ۴۰ فی صد کے لگ بھگ تھا۔[3] اس انقلابی تبدیلی نے دنیا میں طاقت کے توازن کو مکمل طور پر تباہ کر دیا اور ایسی صورت حال پیدا کر دی جس میں لبرلائزیشن اور عالمگیریت کا عمل ان ناہمواریوں کو بڑھانے کے سوا کچھ نہیں کرتا۔

دولت کی تقسیم میں نہ صرف عالمی سطح پر بلکہ علاقوں کے اندر اور افراد کے درمیان بھی کھلی ناہمواری پائی جاتی ہے۔ ترقی یافتہ اور پسماندہ ملکوں کے درمیان دولت اور آمدنی کی تقسیم میں بھاری تفاوت ہے۔ سی این این کے ستمبر ۲۰۰۳ء کے ایک جائزے کے مطابق چالیس ارب پتی ۱۹۵۵ امریکی ڈالر کے مالک ہیں، جو تیسری دنیا کے تقریباً تیس فی صد ملکوں کی مجموعی دولت سے زیادہ ہے، اور ان ملکوں میں دنیا کے ایک ارب بیس کروڑ سے زیادہ لوگ بستے ہیں۔ اس کرۂ ارض پر جہاں ایک ارب سے زیادہ انسان ایک ڈالر یومیہ سے کم میں گزارا کرتے ہیں، وہیں یورپی یونین اپنے شہریوں کو ایک گائے کے لیے دو ڈالر یومیہ مالی اعانت مہیا کرتی ہے، جاپان میں یہ شرح ساڑھے سات امریکی ڈالر فی گائے ہے۔ دنیا کے امیر ترین ملک امریکا میں بھی، جس کی مجموعی قومی پیداوار دنیا کی مجموعی قومی پیداوار کا ۲۶ فی صد ہے، بارہ فی صد سے زائد لوگ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کرتے ہیں۔[4]

غیر متوازن معاشی دولت، غیر مساوی سیاسی قوت اور فوجی طاقت کے ساتھ مل کر، صورت حال کو مزید گمبھیر بنانے کا باعث ہے۔ تنہا امریکا کا اپنی جنگی مشینری پر خرچ، دنیا کے دوسرے تمام ملکوں کے مجموعی دفاعی خرچ سے زیادہ ہے۔[5] امریکی فوجیں دنیا کے کوئی چالیس ملکوں میں کرۂ ارض کے چپے چپے پر پہنچنے کی صلاحیت کے ساتھ موجود ہیں۔ ٹیکنالوجی اس مرحلے تک پہنچ چکی ہے کہ دنیا میں کہیں بھی موجود کسی بھی ہدف کو فلوریڈا میں واقع یو ایس ملٹری کمانڈ سے نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ دنیا کے بیشتر ملک اپنے دفاع کے لیے امریکا کے ہتھیاروں اور دفاعی نظاموں کے محتاج ہیں۔ فی الحقیقت اسلحہ اور دفاعی نظاموں کی عالمی برآمدات کا ۴۸ فی صد امریکا کے کھاتے میں جاتا ہے۔[6]

اس قسم کی دنیا میں مسابقت اور لبرلائزیشن کا عمل بنیادی طور پر غریب اور غیر مراعات یافتہ ملکوں کے لیے ناسازگاری میں اضافہ کرے گا۔ مزید یہ کہ تجارتی آزادیوں کے علمبردار، صرف بازار ہائے زر اور اشیاء و خدمات کے بہاؤ کی آزادی پر اصرار کرتے ہیں، وہ محنت کی آزادانہ گردش کے حامی نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لبرلائزیشن، جدید استعماریت کا ہتھیار اور کمزور پر طاقتور، خصوصاً اس ملک کے اقتدار کے تسلط کا طریقہ بن گیا ہے جو آج دنیا کی سب سے بڑی قوت ہونے کا دعویدار ہے۔

جب معاملات کی یہ صورت ہو تو جب تک کمزور کے لیے تحفظات مہیا نہ کیے جائیں اس وقت تک عالمگیریت کو بلاخوف تردید غیر مساوی قوتوں کے درمیان دوڑ کا نام دیا جاسکتا ہے۔ اس کے نتیجے میں اس عمل میں تیزی آئے گی جس کے ذریعے غریب تر ملکوں کے ہاتھوں سے رہے سہے معاشی اور سیاسی وسائل اگر مکمل طور پر نہ بھی نکلے تب بھی ان کے اندر مزید کمی ضرور ہو جائے گی۔ یہ ہے تیسری دنیا اور اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کی فکرمندی کا اصل سبب جو دنیا میں ہر جگہ انصاف اور جائز طریقہ کار کے لیے کوشاں ہیں۔ اس کا علامتی اظہار ڈبلیو ٹی او اور جی ایٹ کے خلاف احتجاجی مظاہروں کی شکل میں، دونوں اداروں کے حالیہ وزارتی اور سربراہ اجلاسوں کے مواقع پر ہوا ہے۔

دوسری زمینی حقیقت جس سے آگہی ضروری ہے، یہ ہے کہ آج کی عالمگیریت عالمی سطح پر کسی منصفانہ اور متفقہ عدالتی و سیاسی نظام اور بنیادی معاشی ڈھانچے کے بغیر واقع ہو رہی ہے۔ دنیا کی قانونی، سیاسی، معاشی اور مالیاتی تعمیر' صحت مند، پائیدار اور مساویانہ عالمگیریت کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ اچھی حکمرانی محض ایک قومی امتیاز نہیں، یہ عالمی برادری کے لیے بھی یکساں طور پر اہم ہے۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد بنائے گئے اقوام متحدہ اور اس کے ادارے، اور بریٹن ووڈ کے بنیادی ڈھانچے، طاقت کی اس مساوات کی عکاسی کرتے اور اسے دوام بخشتے ہیں جو ان اداروں کی تخلیق کے وقت تھی۔ سوویت یونین کے خاتمے نے طاقت کے توازن کو دنیا کی واحد باقی رہ جانے والی سپر پاور کے حق میں اور بھی بڑھا دیا۔ ایسے نئے ادارے جو دنیا کی تمام قوموں اور ملکوں کو تحفظ اور انصاف کی ضمانت مہیا کرسکیں، ان موجودہ اداروں کی عدم موجودگی ہی میں ابھر سکتے ہیں۔ بین الاقوامی کریمنل

کورٹ کے اختیار کو ماننے سے امریکا کا انکار، جسے دنیا کے ۸۰ سے زیادہ ممالک تسلیم کر چکے ہیں، کیوٹو پروٹوکول سے اس کی یکطرفہ دستبرداری، اور اسرائیل کی طرف سے فلسطینی انتظامیہ کے صدر کو قتل کر دینے یا نکال دینے کی دھمکی کے خلاف قرارداد مذمت کے معاملے میں اس کا حالیہ ویٹو' گلوبل ڈھانچے کے نقائص، طاقت کے عدم تناسب اور غربت کا ایک اشاریہ ہے۔ نتیجہ واضح ہے: واحد سپر پاور اب اپنے مفادات کے لیے قانون سے بالاتر مطالبات کر رہی ہے۔ فی الحقیقت امریکا جس انداز میں سرگرم عمل ہے وہ بین الاقوامی معیارات کی تحقیر اور اپنے آپ کو خود اپنے آئین کو نظر انداز کرنے کا متکبرانہ حق دینے کے مترادف ہے۔ وہ ہر بین الاقوامی معاہدے کی خلاف ورزی کر سکتا ہے، کسی بھی بین الاقوامی ادارے سے واک آوٹ کر سکتا ہے، ''پیشگی اقدام'' ''تبدیلی حکومت'' اور خود حفاظتی کی خاطر دشمن کی تلاش کے مزعومہ ''حق'' کے نام پر دنیا کے کسی بھی حصے پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ دہشت گردی کی عالمگیریت، اس یک طاقتی نظام اور دہانہ گیری (Brinkmanship) کا ایک بدنما نتیجہ ہے۔

ان حالات میں عالمگیریت کا عمل اسی طور کامیاب ہو سکتا اور دنیا کے لیے رحمت ثابت ہو سکتا ہے جب ایک ایسا عالمی بنیادی ڈھانچہ موجود ہو جو اچھی حکمرانی، سب کے لیے شرکت کے یکساں مواقع، اور دنیا کی قوموں اور لوگوں کے درمیان انصاف کی تقسیم کے مسلمہ عمل کے احترام اور ہر ایک کی طرف سے اس سے پختہ وابستگی کی ضمانت فراہم کرتا ہو۔ جمہوریت کے فروغ کو اگرچہ عالمگیریت کے ایجنڈے کا حصہ قرار دیا جاتا ہے مگر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل، بین الاقوامی مالیاتی فنڈ، ورلڈ بینک اور این پی ٹی وغیرہ جیسے گلوبل کھلاڑیوں کو مزید جمہوری اور لوگوں کے سامنے جوابدہ بنانے کا کہیں ذکر نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر کسی ملک کے لوگ اپنی آزاد مرضی سے کسی متبادل کلچر، سیاسی حکمت عملی یا معاشی نظام کا انتخاب کرتے ہیں، اور یورپی امریکی لبرل ماڈل کی اندھی تقلید پر تیار نہیں ہوتے تو ان کے انتخاب کو عتاب و تعزیر کے ساتھ مسترد کر دیا جاتا ہے۔ جمہوریت کا مطلب اب ہر ملک کے عوام کی اپنی مرضی نہیں، اس کا مطلب اب صرف بالادست طاقتوں کی خواہشات و ترجیحات کے سامنے ہتھیار ڈال دینا اور سر تسلیم خم کر دینا ہے۔ یہ رویہ فروغ جمہوریت کے پورے عمل کو فریب اور منافقت بنا دیتا

ہے۔مزید یہ کہ جمہوریت باہر سے تھوپی نہیں جا سکتی، یہ صرف اندر ہی سے پروان چڑھ سکتی ہے۔ جبری لبرلائزیشن اور مسلط کردہ کھلے پن کے ساتھ بھی یہی مسئلہ ہے۔ان کے اپنے اندر ہی تضاد موجود ہے۔

تیسری حقیقت یہ ہے کہ عالمگیریت کے لیے ایک خاص طرز فکر اور آفاقی قدروں اور اصولوں کے احترام اور ان سے وابستگی پر مبنی رویہ درکار ہے۔ علاقائی یا قومی طرز فکر اور کسی قوم، معاشرے یا تہذیب کی بالادستی قائم کرنے کے عزائم کے ساتھ عالمگیریت انسانیت کے لیے خطرہ بن جاتی ہے۔یہ اسی صورت میں کامیاب ہوسکتی اور انسانیت کے لیے رحمت بن سکتی ہے جب اس کی جڑیں مشترکہ آفاقی قدروں میں ہوں، سب کے طریقوں اور روایات کا احترام کیا جائے اور تنوع اور اختلافات کو مسلمہ حقیقت کی حیثیت سے مانا جائے۔ یہ چیز بالکل مختلف نفسیاتی اور اخلاقی رویے کی متقاضی ہے۔ یہ ایسے طرز عمل کی طالب ہے جس کی بنیاد اقدار پر ہو اور جس کا مقصد سب کے لیے انصاف اور فیئر پلے کے مشترکہ ہدف کا حصول ہو۔ یہ مقصد ایسے ماحول میں حاصل نہیں کیا جا سکتا جس پر قومی وعلاقائی مفادات، ایک ہی طاقت کی بالادستی، ثقافتی احساس برتری، اور استعماری عزائم کا غلبہ ہو۔ آزاد تجارت اسی صورت میں قدر و قیمت رکھتی ہے جب یہ منصفانہ بھی ہو۔یہی معاملہ بین الاقوامی رابطے اور تعاون کے دوسرے تمام پہلوؤں کا بھی ہے۔

ایک شخص، اس کے برعکس، آج جو کچھ دیکھتا ہے وہ قیادت کی نفسیات اور سوچنے کے انداز میں، اور عالمی سطح پر طاقت کے استعمال کے محرکات میں، کسی تبدیلی کے بغیر ہونے والی عالمگیریت ہے۔ وہ نمونہ ہی بنیادی طور پر ناقص ہے جس پر عمارت تعمیر کی گئی ہے۔اس نمونے کو برقرار رکھا گیا تو کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔ ایک نئی اخلاقی اور نظریاتی بنیاد کے بغیر منصفانہ عالمی نظام کا خواب ادھورا ہی رہے گا۔

اس طرح اب یہ گفتگو چوتھی اہم جہت تک آ گئی ہے۔ ایسا نیا نمونہ یا معیار جو صحت مند اور منصفانہ عالمگیریت اور آفاقی اور مشترکہ خوش حالی کو یقینی بنا سکے، اسے لازماً ان قدروں پر مبنی ہونا چاہیے:

الف) آزادی، ذمہ داری کے ساتھ

ب) انفرادیت، سماجی تقاضوں اور یک جہتی کے ساتھ

ج)	مسابقت، تعاون اور ہمدردی کے ساتھ

د)	کارکردگی اور منافع کا محرک، انصاف اور فیئر پلے کے ساتھ

ھ)	قوت، قانون کی حکمرانی اور جواب دہی کے ساتھ

ان اقدار کی پاسداری مغربی تہذیبی غلبہ کے موجودہ نظام کو ایک منصفانہ نظام میں تبدیل کردے گی۔ موجودہ نظام یک طرفہ ہے اگرچہ اس یک طرفہ پن کی جڑیں جزوی سچائی پر مبنی ہیں۔ مغرب کا یکطرفہ پن، آزادی، انفرادیت، منافع کے محرک، مسابقت، لبرلائزیشن، کارکردگی اور طاقت پر مشتمل ہے جس میں ذمہ داری، یکجہتی، تعاون، ہمدردی، انصاف اور جواب دہی جیسے دوسرے ناگزیر تقاضوں کو ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے۔

آخر میں یہ بنیادی بات کہ کیا عالمگیریت کو ایک ہی طاقت، جواب درحقیقت ایک ہولناک طاقت ہے، اور ایک ہی معاشی نظام یعنی سرمایہ داری کی بالادستی کے تحت واقع ہونا چاہیے، یا اسے کثرت پر مبنی ایسی دنیا میں واقع ہونا چاہیے جہاں مختلف کلچر، مذاہب اور سماجی معاشی نظام، کسی ایک یا چند کھلاڑیوں کی حد سے بڑھی آقائیت سے آزادرہ کر پھل پھول سکتے ہوں؟ عالمی سطح پر آزادانہ نقل و حرکت، مکالمہ، مسابقت، اور باہمی میل جول، اسی صورت میں آزادی اور سب کی بھلائی اور سب کے لیے مساوی مواقع کی راہ ہموار کرسکتے ہیں جب یہ عمل حقیقی تنوع، اجتماعیت، قانون کی حکمرانی کے احترام، اور مشترکہ اقدار کی بالادستی کی بساط پر واقع ہو۔ ایسا ہونا اس صورت میں ممکن نہیں جب چند غالب و بالادست ہوں اور باقی سب کو ان کی تقلید اور ان کے سامنے سرتسلیم خم کردینے پر مجبور کیا جائے۔

عالمگیریت: رحمت یا فریب؟

لبرل ازم، نوآبادیت، سیکولرازم، قومیت اور سرمایہ داری کے مغربی نظریات، مقامی و علاقائی ہونے کے ساتھ ساتھ نسلی، طبقہ واریت پر مبنی اور مخصوص کلچر تک محدود ثابت ہوچکے ہیں۔ تمام انسانوں کو منصفانہ اور مساوی مواقع فراہم کرنے کے حوالے سے اپنی اہلیت ثابت کرنے میں بھی وہ ناکام ہوچکے ہیں۔ سب کے لیے انصاف اور ہمدردی اب تک نایاب اور ناقابل حصول ہے۔

اگر چہ ان نظریات وتصورات کے بعض مثبت اور اختراعی پہلوؤں سے انکار نہیں کیا جا سکتا، مگر ان کی محدودیتوں اور منفی نتائج نے ان کی مثبت کارگزاری اور صلاحیتوں کو غیر مؤثر بنا دیا ہے۔ نتیجہ ناقابل تردید طور پر یہ ہے کہ ان نظریات کے دائرے میں ہونے والی عالمگیریت تباہ کن مسائل اور دنیا کے ہر حصے میں انسانیت کے لیے سنگین تنازعات کی صورت حال پیدا کر رہی ہے اور یہی کچھ کرنے کی پابند ہے۔ بیسویں صدی تاریخ کی سب سے خون ریز صدی رہی ہے۔ اس نے دو عالمی جنگوں سمیت کم وبیش دو سو جنگیں دیکھیں جن کے نتیجے میں دس کروڑ افراد ہلاک ہوئے اور دنیا کے وسیع علاقوں میں زبردست تباہی واقع ہوئی۔ یہی صورت حال جاری رہی تو مزید ہلاکت خیزی کے سوا نتیجہ کچھ نہیں ہوگا۔

ایک بہتر دنیا کے لیے ایسے نئے رویوں اور نئی سوچ کی ضرورت ہے جو واقعی آفاقی ہوں، سب کو آزادی اور یکساں مواقع فراہم کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، اور دنیا کے تمام لوگوں اور ملکوں کے لیے ان کے عقائد، کلچر، سیاسی معاشی نظام، عالمی معاملات میں ان کے موقف سے بالاتر ہو کر فیئر پلے کو یقینی بنا سکتے ہوں۔

جمہوریت ایک بڑی قابل قدر چیز اور انسانیت کے لیے انمول رحمت ہے، لیکن یہ عالمی سطح پر اسی صورت میں پھل پھول سکتی ہے جب دنیا میں کثرت کے لیے حقیقی گنجائش ہو، سب کے حقوق کا احترام ہو، قانون کے تقاضوں اور مسلمہ معیارات کا لحاظ نہ کرنے والوں کے لیے مؤثر جوابدہی کا اہتمام ہو، اور کمزور و طاقتور سب کے لیے یکساں طور پر برابر کے مواقع ہوں۔ اس کے بغیر جمہوریت ایسا برتن ہے جس کے اندر کچھ نہ ہو۔ اس کے بغیر جمہوریت محض ایک فریب اور ناٹک ہے۔

میڈیا اور معلومات واطلاعات کی آزادانہ فراہمی، ایک آزاد معاشرے کی تعمیر کے بنیادی پتھر ہیں۔ مگر اجارہ دارانہ بالادستی اور سازباز کی بناء پر وہ سوچ کو کنٹرول کرنے، دماغوں کو پلٹ دینے، اور عقل پر مسلط ہو جانے والے شیطانی آلات میں بدل سکتے ہیں۔

ٹیکنالوجی بھی، اسی طرح رحمت ہے لیکن یہ بھی ایک وحشی درندے اور دوسرے لوگوں کو اخلاقی، فوجی اور ثقافتی طور پر محکوم بنانے اور تباہ کرنے کے ہتھیار میں بدل سکتی ہے۔

عالمگیریت شاندار مواقع فراہم کرتی ہے لیکن اس عمل میں کمزور کھلاڑی اسی صورت میں اصلی کھلاڑی بن سکتے اور اس کے مہیا کردہ مواقع سے مستفید ہو سکتے ہیں جب اس کے لیے نئی سوچ اور نیا رویہ اپنایا جائے جو واقعتاً آفاقی اور کثرت کو قبول کرنے والا ہو اور جسے ایسے گلوبل نقشہ کار میں زیر عمل لایا جائے جو قانون کی بالادستی کو قائم کرتا اور سب کے لیے یکساں مواقع کی فراہمی کو یقینی بناتا ہو۔

عالمگیریت کے لیے مسلمانوں کی تیاری

مسلمان بالعموم انفرادی اور اجتماعی طور پر اسلام کے حقیقی نمائندے نہیں ہیں۔ معاشی طور پر مسلم دنیا غریب ہے اور مغرب پر انحصار کرتی ہے۔ سیاسی طور پر یہ ٹکڑوں میں بٹی ہوئی ہے۔ ثقافتی اعتبار سے یہ کٹھالی میں پڑی معلوم ہوتی ہے۔ تعلیم، تحقیق اور ٹیکنالوجی کی ترقی میں یہ باقی دنیا سے کہیں پیچھے ہے۔ ایک تازہ تحقیقی مطالعہ کے مطابق عرب دنیا میں شائع اور ترجمہ ہونے والی کتابوں کی کل تعداد، یورپ کے صرف ایک اور وہ بھی نسبتاً کم ترقی یافتہ ملک اسپین میں چھپنے والی کتابوں کے بمشکل برابر ہے۔

مسلم دنیا کے تمام ۵۷ ملکوں کی مجموعی خام قومی پیداوار، دنیا کی خام قومی پیداوار کے پانچ فی صد سے بھی کم ہے۔ اس کا موازنہ ایک اور طرح کیا جائے تو یہ صرف ایک یورپی ملک اٹلی کی خام قومی پیداوار کے برابر بھی نہیں ہے۔ مزید یہ کہ مسلم دنیا کے مالیاتی وسائل امریکی اور یورپی بینکوں اور سرمایہ کاری اور مینجمنٹ اداروں کے ہاتھوں میں ہیں۔ مسلم ملکوں نے مضبوط پیداواری بنیاد کے بغیر مصرفانہ معیشت کو فروغ دیا ہے۔ اپنی تمام دولت اور وسائل کے باوجود، تقریباً تمام مسلم ملک بیرونی اور داخلی قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔ اور بعض ممالک سنگین نتائج کے خطرات سے دوچار ہیں۔

فوجی اعتبار سے مسلمان مغرب پر انحصار ہی نہیں کر رہے بلکہ بے بسی کے ساتھ اس کی گرفت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ دفاع پر ہونے والے تمام اخراجات کے باوجود، وہ اب تک اس خطرے کا سامنا کرنے کے بھی قابل نہیں ہو سکے جو عرب اور مسلم دنیا کے دروازوں پر، ایک ننھے مگر ایڑی سے چوٹی تک مسلح ملک اسرائیل کی شکل میں ساٹھ سال سے دستک دے رہا ہے۔

مسلم معاشروں میں سیاسی آزادیوں کی کیفیت، اور معیشت، سیاسی نظام اور دولت اور

اختیارات میں عوام کی مساویانہ شرکت کے حوالے سے صورت حال بہت خراب ہے۔ اور جب تک وہ اپنے گھر کی حالت بہتر نہ بنالیں، اس وقت تک یہ امید رکھنا غیر حقیقت پسندانہ ہوگا کہ اسلام اور مسلم امہ عالمگیریت کے موجودہ مرحلے میں اپنا کردار درست طور پر ادا کر سکتے ہیں۔

مسلم امہ کی اِن تمام موجودہ کمزوریوں کے باوجود جن کا سطور بالا میں ذکر کیا گیا، یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ ساری خبریں بری ہی نہیں ہیں۔ بلاشبہ کئی حوالوں سے مثبت پیش رفت ہو رہی ہے اور سرنگ کے دوسرے سرے پر مسلم دنیا کے لیے یقیناً روشنی ہے۔

عالمگیریت: مسلمانوں کا کردار

اس پس منظر میں اس کردار کا جائزہ لینا ضروری ہے جو اسلام اور مسلم امہ، عالمگیریت کے آئندہ مرحلے پر اثر انداز ہونے اور اس کی تشکیل کے حوالے سے ادا کر سکتے ہیں۔

اسلام اور مسلم امہ کے لیے عالمگیریت کا عمل ایک انتہائی نادر موقع فراہم کرتا ہے۔ اسلام کی اساسی اقدار ....توحید، یعنی خدا کی وحدانیت، اور نتیجتاً انسانیت کی وحدت، اخلاقیات کی مادیت پر فوقیت، روحانیت اور دنیاوی زندگی کی یکجہتی، انصاف سے اس کی گہری وابستگی، سب کے لیے عدل و احسان، ہر سطح پر فیصلہ سازی کے عمل کے لیے شورائیت یعنی باہمی مشاورت پر اس کا اصرار .... حقیقی عالمگیریت کے لیے، جو پوری انسانیت کے لیے رحمت ثابت ہو، نقشہ کار فراہم کر سکتی ہیں۔

لیکن یہ امکان حقیقت تب ہی بن سکتا ہے جب مسلم امہ اپنی موجودہ حالت کو بدلنے اور اس راستے کو اپنانے کے لیے تیار ہو جو واقعی اسلامی اوصاف و معیارات کی نمائندگی کرتا ہے۔ جبکہ مسلم امہ کی موجودہ حالت اس کے بجائے سحر زدگی کی سی ہے۔

مسلمان ان مواقع سے اسی وقت فائدہ اٹھا سکتے ہیں جب وہ ایک طرف سنجیدگی کے ساتھ اپنی کمزوریوں اور نقائص پر قابو پانے کی کوشش کریں، اور دوسری طرف وہ ایک مقصد اور مشن رکھنے والی امت کی حیثیت سے باقی دنیا خصوصاً مغرب سے بامعنی مکالمہ شروع کریں۔ جیسا کہ قرآن کہتا ہے:

''اس طرح ہم نے تمہیں ایک امت وسط بنایا ہے، تاکہ تم پوری

[illegible]:

[illegible]
[illegible]

[illegible]

([illegible]) [illegible]

[illegible]:

[illegible]
([illegible]) [illegible]

''اور جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد کرتے ہیں، ان کی رہنمائی ہمارے

ذمے ہے، جان لو کہ اللہ بھلائی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' (سورہ العنکبوت: ۶۹)

مسلمانوں کے لیے آگے بڑھنے کا راستہ

اسلام مسلمانوں کو ایک مشن، ایک رویے اور ایک جدوجہد کی طرف بلاتا ہے جس کی بنیاد ایک اخلاقی، سماجی اور سیاسی ڈھانچے پر ہے، اور ان معیارات کے قیام کے لیے کوشش پر ابھارتا ہے جن کا خاکہ سطور بالا میں پیش کیا گیا۔ اگر مسلمان اس سمت میں آج جدوجہد کے لیے تیار ہوں تو مستقبل اسلام کا ہے۔ لیکن یہ کام مقصد سے پختہ وابستگی اور درست سمت میں سنجیدہ کوششوں کا طالب ہے۔ اس چیلنج کا سامنا کرنے کی حکمت عملی کم سے کم ان عناصر پر مشتمل ہوگی:

اولاً: مقاصد واہداف کا ایک واضح تصور، اخلاقی اور تہذیبی شناخت، اور بحیثیت امت ایک مشن۔

ثانیاً: اسلامی اقدار اور اصولوں کے مطابق انفرادی زندگیوں اور معاشروں کی اصلاح اور تعمیر نو کے لیے سنجیدہ کوششیں۔ یہ کام جن لوازم کا اہتمام چاہتا ہے وہ یہ ہیں: اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مکمل وفاداری، وحی الٰہی سے — جس طرح قرآن اور سنت میں اسے محفوظ کیا گیا ہے — مخلصانہ وابستگی، معاشرے کے تمام ارکان کے لیے آزادی اور یکساں مواقع کی ضمانت، اسلام جس طرح مسلمانوں سے اپنے معاملات شوریٰ یعنی باہمی مشاورت سے چلانے کا مطالبہ کرتا ہے' اس کا اہتمام، قانون کی بالادستی، انصاف کا قیام اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کا احترام (حقوق اللہ اور حقوق العباد)۔

ثالثاً: مسلمانوں کو یہ حقیقت لازماً سمجھ لینی چاہیے کہ درپیش چیلنج سے نمٹنے کے لیے منظم تیاری، اسلامی حکمت عملی کا اتنا ہی اہم حصہ ہے جتنا اپنے مشن اور ذمہ داریوں پر ہمارا غیر متزلزل اعتماد۔ علم، کردار، اخلاقی بلندی، معاشی طاقت، سیاسی قوت، فوجی صلاحیت، ٹیکنالوجیکل مہارت، اور سماجی وابستگی اس تیاری کے کلیدی عناصر ہیں۔ اپنے گھر کو درست کیے اور تمام دستیاب وسائل کو دنیا میں اپنا کردار ٹھیک طور پر ادا کرنے کی تیاری کے لیے حرکت میں لائے بغیر، کچھ بھی حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

رابعاً: مسلم امہ کے پاس عظیم تر تعاون، اتحاد اور اجتماعی خود انحصاری کی خاطر آگے بڑھنے کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ علاقائی گروہ بندیاں، تجارتی اور مالیاتی انتظامات، تعلیمی اور ٹیکنالوجیکل اشتراک، اور سیاسی رابطے، ایسے عالمی نظام کی جانب پیش رفت کے لوازم ہیں جو زیادہ متوازن اور منصفانہ ہے اور جو مختلف قوموں، سماجی سیاسی نظاموں اور تہذیبوں کے درمیان درست توازن کی نمائندگی کرتا ہے۔ مسلم اتحاد، بے قابو عالمگیریت کی یلغار میں مسلمان ملکوں کی تباہی اور ان کی تہذیبی شناخت کو دھندلانے کی کوششوں کے مقابلے کے لیے ایک مؤثر ضمانت بن سکتا ہے۔

مسلمانوں کو محض وصول کرنے والے کنارے پر نہیں رہنا چاہیے، انہیں لازمی طور پر اپنی شناخت اور مفادات کی حفاظت اور دنیا کو سب کے لیے بہتر مقام بنانے کے دونوں مقاصد کے لیے مثبت کردار ادا کرنے کی خاطر منصوبہ بندی اور تیاری کرنی چاہیے۔

آخری بات یہ کہ مسلمانوں کو لازماً سمجھنا چاہیے کہ غیظ وغضب کے جذباتی مظاہرے اور بے سوچے سمجھے مول لیے جانے والے تنازعات، ان کثیر الجہتی چیلنجوں کا جواب نہیں ہیں جن کا آج امت کو سامنا ہے۔ فی الحقیقت، ایک مشن کی علم بردار امت کی حیثیت سے، مسلمانوں کے لیے اقدامات کا درست مجموعہ عالمی سطح پر رابطے، مکالمے، شراکت اور تعاون پر مشتمل ہے۔ اسے ان کی حکمت عملی کا لازماً ایک بنیادی جزو ہونا چاہیے۔ گلوبل چیلنجوں کے لیے ان کا جواب لازماً فعال و سرگرم اور مثبت ہونا چاہیے۔ یہی واحد راستہ ہے، صرف زندہ رہنے کا نہیں، بلکہ تاریخ پر خود اپنا نقش ثبت کرنے کا۔

﴿...... حواشی ......﴾

۱ : ''اور یہ تمہارا دین ایک ہی دین ہے،اور میں تمہارا رب ہوں، پس مجھی سے تم ڈرو''(سورۃ المومنون:۵۲)۔''یہ تمہارا دین حقیقت میں ایک ہی دین ہے،اور میں تمہارا رب ہوں، اس لیے تم میری ہی عبادت کرو'' (سورہ الانبیاء:۹۲)۔''لوگو، اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا، اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے۔اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو۔اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو، یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔''
(سورہ النساء:۱)

اور ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''انسانوں کی پیدائش کا سلسلہ ایک جوڑے سے شروع ہوا اور ساری انسانیت ایک خاندان ہے۔''

۲ : Kennedy, "*The Rise and Fall of the Great Powers*",190,
مزید دیکھیے: Bairoch, "International Industrialization Levels"; Alam, "*Poverty from the Wealth of Nations*"; and Milanovic, "True World Income Distribution," 51- 92,112.

۳ : ایضاً

۴ : Hertz, "*Silent Takeover*"; Gray, "*False Dawn*"; Greinder, "*One World,Ready or Not*"; and Ellwood,"*No-nonsense Guide to Globalization*"

۵ : Roddick, 2001 and Hertz, op.cit.

۶ : ایضاً